حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب۔ دہلی

ہمارے اسلاف کی ایک زندۂ جاوید یادگار

دارالعلوم دیوبند

- قیام دارالعلوم میں اکابر کے مطمح نظر تین مقاصد اور ان کے اثرات
- ہمارے بزرگوں کی جامعیت
- پچاس سال پہلے دارالعلوم کا ماحول
- آج کے ارباب مدارس کے لئے لمحۂ فکریہ۔

ہندوستان میں انگریزوں کی باقاعدہ حکومت ۱۸۵۸ء میں قائم ہوئی، لیکن مظالم اہل یورپ کی داستانیں تقریباً ڈیڑھ صدی پہلے سے ہندوستان میں پھیل چکی تھیں، یہاں تک کہ کافر فرنگ کو بدترین کافر سمجھا جاتا تھا ـــــ حضرت شیخ احمد سرہندی مجدّد الف ثانی متوفی ۱۰۳۴ھ / ۱۶۲۴ء اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں: "معرفت خدائے عزوجل برآں کس حرام ست کہ خود را از کافر فرنگ بہتر داند. تکیف از اکابر دین مکتوب ۲۹۱"

حضرت مجدد صاحب اس مکتوب میں عارف کی شان بیان فرما رہے ہیں، کہ عارف باللہ کو خود اپنے متعلق حسن ظن میں نہیں رکھنا چاہئے کہ یہ بھی ایک طرح کا تکبّر اور غرور ہے۔ عارف باللہ کو اپنے متعلق سوءِ ظن رکھنا چاہئے، اور نفس امارہ کی شرارت سے ہمیشہ چوکنا رہنا چاہئے۔ انتہا یہ ہے کہ عارف باللہ اگر اپنے متعلق اتنا حسنِ ظن بھی رکھتا ہے کہ کافر فرنگ سے جو دنیا کا بدترین کافر ہے اپنے آپ کو بہتر جانتا ہے، تو وہ عارف باللہ قطعاً نہیں ہے۔ بلکہ معرفت اس پر حرام ہے۔ مکتوب گرامی کے منشاء کے دامن میں جو چیز پوشیدہ ہے وہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں کافر فرنگ کو بدترین کافر سمجھا جاتا تھا۔ بہرحال مظالم فرنگ کے قصے فرضی نہیں تھے۔ بلکہ حقائق تھے۔ جنہوں نے ذہنوں میں یہ بات

پختہ کر دی تھی۔

مظالم فرنگ کی ایک مثال قدرت کا عجیب کرشمہ ہے کہ واسکوڈے گاما کو جو ہندوستان کا راستہ معلوم کرنے کے لئے پرتگال سے روانہ ہوا تھا، ایک عرب ملاح نے ہندوستان پہنچایا۔ واسکوڈے گاما کا جہاز کالی کٹ کی بندرگاہ پر لنگر انداز ہوا۔ اس علاقہ کے باشندے عرب تاجروں کی آمد بھی دیکھ چکے تھے۔ جو اپنے ساتھ دیانت داری، سخاوت اور رحم کے وہ جوہر لائے تھے جنہوں نے نہ صرف تاجروں اور دوکان داروں کو بلکہ حکمراں راجاؤں کو بھی متاثر کیا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ تھا کہ عرب تاجروں کو نہ صرف آزادانہ عبادت کرنے کی اجازت تھی بلکہ وہ کھلے بندوں اسلام کی تبلیغ بھی کرتے۔ پھر جو ہندو اپنا مذہب چھوڑ کر مسلمان ہو جاتے۔ ان سے نفرت نہیں بلکہ ان کے ساتھ بھی اچھا سلوک کیا جاتا تھا ____

مگر واسکوڈے گاما ہندوستان پہنچا تو اس کے پیچھے پیچھے بحری قزاقوں کی فوج سمندر میں پھیل گئی جو حاجیوں کے جہازوں کو بھی لوٹتی اور زائرین کے خون ناحق سے سمندر کو رنگین کیا کرتی تھی۔ ___ کالی کٹ جس نے اپنی روائتی مہمان نوازی کی بنا پر واسکوڈے گاما کا فراخ دلی کے ساتھ استقبال کیا تھا۔ چند سال بعد اس نے اپنے سینے پر ایک پرتگیزی قلعہ ابھرا ہوا دیکھا۔ پھر ایک خونی ڈرامہ اس کو نظر آیا کہ وہی راجہ "زیمورن" جس نے پرتگیزی مہمان کا استقبال کیا تھا اس کے شاہی محلات نذر آتش ہو رہے ہیں۔ اور اس طرح یہ مغربی مہمان، مشرقی میزبان کا شکریہ ادا کر رہے ہیں

پرتگیز زیادہ عرصہ تک کامیاب نہیں رہے کیونکہ ان کے پیچھے پیچھے دولت ہند کی طلب میں فرانسیسی پہنچے، پھر انگریزوں کی آمد شروع ہو گئی جو سب سے زیادہ کامیاب رہے، یہاں تک کہ گوا اور دمن کے تھوڑے سے علاقے کے سوا (جس پر پرتگیز قابض رہے) باقی پورے ہندوستان پر انگریزوں کی حکومت قائم ہو گئی ____ یورپ کی یہ قومیں اگرچہ مختلف تھیں اور آپس میں ایک دوسرے کی رقیب اور حریف بھی تھیں۔ مگر ہندوستانیوں کے حق میں وہ یکسانیت کے ساتھ نہایت سنگدل اور سفاک ثابت ہوئیں۔ ان کے لرزہ خیز مظالم کی داستان بہت طویل بھی ہے اور موضوع سے خارج بھی ____ ہندوستانی اگر حکمرانی کی صلاحیت ختم نہ کر چکے ہوتے تو ہندوستان میں ان وحشی قزاقوں کے لئے حکومت کا کوئی امکان نہ تھا۔

حضرات علماء جن میں حضرت شاہ ولی اللہ قدس اللہ سرہ العزیز المتوفی ۱۱۷۶ھ / ۱۷۶۲ء کا اسم گرامی بر سر لوح ہے، مسلسل کوشش کرتے رہے کہ حکومت کے ذمہ دار اپنی اصلاح کر لیں اور ہندوستان

کو یہ روز بد نہ دیکھنا پڑے کہ وہ کسی غیر قوم کے غلام بنیں۔ لیکن یہ حکمران اسی راستہ پر تیزی سے قدم بڑھاتے رہتے جسکی آخری گھاٹی مکمل تباہی اور بربادی ہوتی ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ: وَاِذَا اَرَدْنَا اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا (بنی اسرائیل)

علماء کی جماعت نے اولاً مسلمانوں کی حکومت یعنی سلطنت مغلیہ کی گرتی ہوئی دیوار کو سنبھالنے کی کوشش کی اور جب یہ یقین ہوگیا کہ اس دیوار کی ایک ایک اینٹ گل چکی ہے اور شوریت نے اس کے ایک ایک ریزہ کو شوریدہ مزاج بنا دیا ہے تو انہوں نے آنے والے سیلاب کو روکنے کی کوشش کی۔

علماء کی جماعت نے اولاً مسلمانوں کی حکومت یعنی سلطنت مغلیہ کی گرتی ہوئی دیوار کو سنبھالنے کی کوشش کی اور جب یہ یقین ہوگیا کہ اس دیوار کی ایک ایک اینٹ گل چکی ہے اور شوریت نے اس کے ایک ایک ریزہ کو شوریدہ مزاج بنا دیا ہے تو انہوں نے آنے والے سیلاب کو روکنے کی کوشش کی۔

اس جماعت میں سرفہرست حضرت سید احمد صاحب شہید اور مولانا اسمٰعیل صاحب شہید کے اسماء گرامی ہیں جنہوں نے ایک جماعت تیار کی تاکہ وہ اس سیلاب کے لئے بند کا کام کر سکے۔ مولانا اسمٰعیل صاحب شہید ۱۸۳۰ء حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے پوتے تھے۔ اور حضرت سید احمد صاحب شہید ۱۸۳۰ء حضرت شاہ صاحب موصوف کے صاحبزادہ اور جانشین یعنی حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے خلیفہ مجاز تھے۔ جن کو شاہ عبدالعزیزؒ صاحب نے قیادت جہاد کے لئے منتخب فرمایا تھا ــــ ان بزرگوں نے جس ایثار اور للّٰہیت کے ساتھ فریضہ جہاد انجام دیا وہ عبرت آموز ہے۔ مگر قوم کے ادبار و اقبال کا فیصلہ معمولی اقلیت کی بناء پر نہیں بلکہ قوم کی اکثریت اور اس کے عمومی مزاج کی بناء پر ہوا کرتا ہے جو اس وقت اپنے حکمرانوں کے اختلافات اور خانہ جنگیوں کے باعث اتنا بگڑ چکا تھا کہ اس کو سود و زیاں کا بھی احساس نہیں رہا تھا ــــ

یہ بزرگ جس طرح آزادی ملک و ملت کے باب میں اولوالعزم مجاہدین اور صداقت پسند قائدین تھے وہ علوم شریعت میں بھی اپنے زمانہ کے امام تھے جن کو نقلی علوم اور روایات کے سلسلے میں بھی نقلی اور معقولات عقلی اور اس فکر کے ساتھ درایت کی بھی بذوری یا دوری قوت عطا ہوئی تھی اور مسائل ذخیرہ کو اصول پر منطبق کرتے اور نئے دور ان کی حکمت بھی فقہی جزئیات بیان کر سکتے تھے۔

سید احمد صاحب شہیدؒ اور مولانا اسمٰعیل صاحب شہیدؒ اور ان کے مربی حضرت شاہ عبدالعزیزؒ ان بزرگوں کے علمی اور روحانی مربی ہیں جنہوں نے دارالعلوم دیوبند قائم کیا۔ مولانا محمد قاسم صاحبؒ اور ان کے مشیر خاص و رفیق مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کا سلسلہ سند حدیث یہ ہے ــــ مولانا محمد قاسم صاحب اور مولانا رشید احمد صاحب رحمہما اللہ عن مولانا عبدالغنی المحدث دہلوی عن مولانا الشاہ ولی اللہ المحدث دہلوی ــــ

یہ بزرگ جس طرح آزادی ملک و ملت کے باب میں اولوالعزم مجاہدین اور صداقت پسند قائدین تھے وہ

علومِ شرعیہ میں بھی اپنے زمانہ کے امام تھے، جن کو نقلی علوم اور روایات کے سلسلے میں پختگی اور تیقظ حاصل تھا اور اس ملکہ کے ساتھ درایت کی بھی پوری پوری قوت عطا ہوئی تھی کہ مسائل فرعیہ کو اصول پر منطبق کرتے ہوئے وہ ان کی حکمت بھی علیٰ وجہ البصیرت بیان کر سکتے تھے۔ جس کا نمونہ شاہ ولی اللہ صاحب قدس اللہ سرہٗ العزیز کی تصانیف (حجۃ اللہ البالغہ البدور البازغہ ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء التفہیمات الالٰہیہ وغیرہ) اور حضرت مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف (تقریر دلپذیر، تحذیر الناس، آب حیات، قبلہ نما، اور حجۃ الاسلام وغیرہ) ہیں ـــــ

فہم قرآن کی بہترین صلاحیت اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور احادیث میں کامل مہارت، تفقہ اور احکامِ شریعت کی حکمت یعنی شرعیات کے فلسفی رموز و حکم میں اعلیٰ ترین قابلیت کے ساتھ ان بزرگوں کو اللہ تعالیٰ نے اعمال صالحہ کی بھی وہ توفیق عطا فرمائی تھی جس کو مافوق العادت کہا جا سکتا ہے۔ ان اعمال کا مطمح نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ مبارکہ ہوتا تھا۔ اور یہ حضرات لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃٌ حسنۃ کے منشاء اور مقصد کی عملی تصویر تھے۔

تین مقاصد ان بزرگوں نے دارالعلوم دیوبند قائم کیا تو اس کے مطمح نظر مقصد بھی تین تھے۔

۱۔ فہم قرآن اور فہم سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تطبیق الفقہ بالحدیث والقرآن کی صلاحیت پیدا کرنا ـــــ

۲۔ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کا شوق پیدا کرنا اور اسی کے راستہ سے تزکیہ نفس کی کوشش اور سعی مسلسل کا شوق دلانا۔

۳۔ اپنی جدوجہد اور عمل کردار سے ثابت کرنا کہ الاسلام یعلو ولا یعلیٰ علیہ (اسلام بلند ہو کر رہتا ہے، دب کر نہیں رہتا۔)

(اکابر دارالعلوم دیوبند کی سینکڑوں تصانیف جو زیادہ تر اردو میں ہیں۔ ۱، ۲ کی شاہد ہیں)

ان تینوں مقاصد اور نقطہائے نظر کا مجموعی اثر یہ تھا کہ:۔

۱۔ بدعات سے ان کو نفرت تھی۔

۲۔ اور جسطرح بدعات سے نفرت تھی اسی طرح یورپین اقوام خصوصاً انگریزوں سے جو اس زمانہ میں یورپ کی سب سے زیادہ کامیاب اور با اقتدار قوم تھی اس سے بھی نفرت تھی۔

۳۔ ملوک اور ملوکیت سے اجتناب (حسب ارشاد من لزم السلطان افتتن۔ ابوداؤد شریف) (جو بادشاہ کا حلقہ بگوش ہو گیا وہ فتنہ میں پڑ گیا۔) ان بزرگوں کا عام مسلک تھا۔ چنانچہ نہ صرف یہ کہ

ان بزرگوں نے مسلمان بادشاہوں کے تقرب کی بھی کوشش نہیں کی بلکہ جو شاہی منصب پیش کئے گئے ان سے بھی گریز کیا۔

اب جب کہ انگریزوں کی حکومت ہوگئی، تو یہ نفرت اور بڑھ گئی، یہاں تک کہ سرکاری ملازمت کو حرام سمجھا جانے لگا ــــ اس قطع تعلق اور انگریزوں سے نفرت کا اثر یہ تھا کہ انگریز کی ہر چیز سے حتیٰ کہ انگریزی زبان سے بھی ان کو نفرت رہی جس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ اس جماعت سے جو مسلمان متعلق تھے ان کا ذہن اور دماغ کبھی بھی مغربیت اور مغربیت کے فلسفہ سے مرعوب نہیں ہوا ــــ یہاں تک کہ بعض بزرگوں کا یہ قول ہم تک پہنچا ہے کہ انگریز اور انگریزیت بعنوان دیگر مغرب اور مغربیت سے نفرت جزو ایمان ہے ــــ

اس جماعت سے جو مسلمان متعلق تھے ان کا ذہن اور دماغ کبھی بھی مغربیت اور مغربیت کے فلسفے سے مرعوب نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ بعض بزرگوں کا یہ قول ہم تک پہنچا ہے کہ انگریز اور انگریزیت بعنوان دیگر مغرب اور مغربیت سے نفرت جزو ایمان ہے ★

انگریز سے نفرت

اس میں شک نہیں کہ علماء دیوبند کی ایک جماعت ایسی بھی رہی ہے جس نے آزادیٔ ہند کی تحریکات میں شرکت کو اچھا نہیں سمجھا۔ یہ حضرات انڈین نیشنل کانگریس کے بھی مخالف رہے ہیں۔ لیکن انگریز اور انگریزیت سے نفرت ان کو بھی ایسی ہی تھی جیسے ان علماء کو تھی جو حریت کے علمبردار اور کانگریس کے حامی تھے۔ ئی کا اثر یہ تھا کہ یہاں کے علماء کی پہلی کوشش یہ رہی کہ اسلامی حکومتوں کے تعاون سے ہندوستان میں انقلاب برپا کریں۔ شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ صاحب جو حضرت مولانا محمد قاسم اور مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہما اللہ کے ارشد ترین تلمیذ اور روحانی لحاظ سے ان کے خلیفہ اور دارالعلوم دیوبند کے سب سے پہلے طالب علم تھے جن سے اس مدرسہ کی ابتدائی تعلیم کی بنیاد پڑی وہ اس جدوجہد کے امام اور قائد تھے کہ اسلامی حکومتوں مثلاً حکومت آل عثمان (ترکی حکومت) اور افغانستان کے غیور پٹھانوں کے تعاون سے ہندوستان میں انقلاب برپا کریں۔

۱۹۱۷ء میں جب ترکی حکومت تقریباً ختم ہوگئی اور انقلاب کا یہ راستہ بند ہوگیا تو پھر ان حضرات کا نصب العین یہ رہا کہ ہندوستان کے دوسرے فرقوں بالخصوص ہندو اکثریت کے تعاون سے انقلاب برپا کریں اور اس مقصد کے لئے ان حضرات نے یہ بھی جائز سمجھا کہ سیاست کی حد تک تحریک آزادی کا لیڈر کسی غیر مسلم کو بنا لیں ــــ تقریباً پچاس سال پہلے احقر نے دارالعلوم کے جس ماحول میں ہوش سنبھالا۔

اس کی کیفیت یہ تھی :-

۱۔ دارالعلوم دیوبند کے اکابر علماء شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ صاحب (جو اس وقت کے تمام اساتذہ کے استاد تھے) اور ان کے رفقاء ہندوستان سے رخصت ہوکر حجاز پہنچ چکے تھے، ان کے جانے کے بعد انقلاب عظیم برپا ہوا کہ ترکی حکومت حجاز سے ختم ہوئی۔ شریف کی حکومت حجاز میں قائم ہوئی (جو انگریزوں کا آوردہ تسلیم کیا جاتا تھا) جسکو استقلال عرب کا سبز باغ دکھاکر ترکوں سے باغی بنایا گیا تھا۔ حکومت ہند جو برطانیہ کے زیر اقتدار تھی، وہ تحریک آزادی کی بنا پر (جو ریشمی رومال کی تحریک کے نام سے مشہور ہوئی) مولانا محمود الحسنؒ صاحب کو گرفتار کرنا چاہتی تھی۔ جب تک ترکوں کی حکومت رہی وہ گرفتار نہیں کرسکی۔ مگر سقوط ترکی کے بعد شریف مکہ کی حکومت قائم ہوئی تو اس نے مولانا موصوف کو انگریزوں کے حوالے کردیا۔ مولانا پر مصر کی ایک عدالت میں مقدمہ چلایا گیا، پھر ان کو جنگی قیدی کی حیثیت سے مالٹا میں نظر بند کردیا گیا۔ ان کے ارشد ترین تلمیذ مولانا سید حسین احمد صاحبؒ اور ان کے برادر زادے مولانا وحید احمد مرحوم، ان کے علاوہ مولانا حکیم نصرت حسین صاحب مرحوم اور مولانا عزیز گل صاحب مدظلہ ان کے رفقاء تھے ——— شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب رحمہ اللہ کی گرفتاری کا اثر دارالعلوم نے کسی تحریک کی صورت میں نہیں لیا کہ ایجی ٹیشن ہوتا یا سول نافرمانی کی تحریک شروع ہوجاتی، البتہ جذباتی لحاظ سے یہاں کا ہر ایک استاد اور ہر ایک طالب علم متاثر تھا، جس کا قدرتی نتیجہ یہ تھا کہ دارالعلوم کا ہر ایک فاضل انگریز اور برطانوی حکومت کا مخالف اور حریت کا دلدادہ تھا۔ جنہوں نے فارغ ہوکر تحریک آزادی میں حصہ لیا۔ یہ دارالعلوم کے ماحول کی ایک خصوصیت تھی۔

۲۔ دارالعلوم کے ماحول کی دوسری خصوصیت یہ تھی کہ یہاں کے طلبہ کو فقہ، حدیث اور تفسیر میں قابلیت پیدا کرنے کے ساتھ فلسفہ، منطق اور ہیئت وغیرہ کا بھی شوق تھا۔ تاکہ احکام شرعیہ کو دلائل فلسفیہ سے ثابت کرسکیں اور فلسفی شکوک و اعتراضات اور فرق باطلہ کا دفاع کرسکیں۔

۳۔ حضرات اساتذہ میں اصلاح نفس اور تزکیۂ باطن اور اتباعِ سنّت کا عام جذبہ تھا۔ اس کا اثر طلبہ پر بھی تھا۔ چنانچہ بدعتوں سے اجتناب اور سنتِ مبارکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شوق دارالعلوم کے طلبہ میں اسطرح رائج تھا جسطرح آجکل کے نوجوانوں میں کوئی فیشن رائج ہوجاتا ہے۔ اور اس لحاظ سے یہ کہا

چنانچہ بدعتوں سے اجتناب اور سنتِ مبارکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شوق دارالعلوم کے طلبہ میں اسی طرح رائج تھا، جسطرح آجکل کے نوجوانوں میں کوئی فیشن رائج ہوجاتا ہے۔ اور اس لحاظ سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اتباعِ سنت دارالعلوم دیوبند کے طلبہ کا فیشن تھا۔

جا سکتا ہے کہ اتباع سنت دار العلوم دیوبند کے طلبہ کا فیشن تھا۔

۱۳۴۴ھ / ۱۹۲۵ء میں احقر کو حضرت علامہ مولانا سید انور شاہ قدس اللہ سرہ العزیز کے حلقۂ درس میں دورۂ حدیث کی شرکت کا شرف حاصل ہوا۔ اس سال دورۂ حدیث کے طلبہ کی تعداد ۸۰ تھی۔ ان میں ایک تہائی کے قریب ان علاقوں کے طلبہ تھے جو اب پاکستان میں شامل ہیں۔ ہندوستان کے علاوہ افغانستان، بخارا، تاشقند کے طلبہ تھے۔ ایک صاحب احمدین کے تھے۔ مولانا محمد ابن موسیٰ کا آبائی وطن اگرچہ سملک ضلع سورت تھا، مگر ان کے والد صاحب کا کاروبار جوہانس برگ (ساؤتھ افریقہ) میں تھا۔ چنانچہ فراغت کے بعد یہ افریقہ چلے گئے اور وہیں عظیم الشان خدمات انجام دیں، کچھ طلبہ برما، سیلون اور جاوا کے بھی تھے۔ اس سال کے بعد دورۂ حدیث کے طلبہ کی تعداد بڑھتی رہی۔ ۱۹۴۷ء میں جب ہندوستان تقسیم ہوا تو دورۂ حدیث کے طلبا کی تعداد تقریباً دو سو تھی اور اس سال ۱۹۶۸ء میں تقریباً تین سو ہے۔

ان فارغ ہونے والے طلبہ میں بہت سے وہ تھے جنہوں نے اپنے اپنے وطن واپس ہو کر وہاں تعلیمی اور دینی ادارے قائم کئے۔ ان اداروں کے بنیادی نظریات بھی یہی ہوتے تھے۔

اس تمام نقشہ کو سامنے رکھا جائے تو نتیجہ صرف یہ نہیں ہے کہ دار العلوم نے ہزاروں طلبہ کو عالم بنایا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہند اور بیرون ہند میں سینکڑوں ادارے قائم کر دئے جو ایک طرف تعلیمی خدمات انجام دے رہے ہیں تو دوسری جانب وہ فضا بھی پیدا کر رہے ہیں جس کا تقاضا ہے، احترام شریعت، اتباع سنت، رد بدعت، نیز سیاسی لحاظ سے حریت فکر، آزادی ضمیر اور بالخصوص مغربیت سے بغاوت۔

دار العلوم دیوبند میں ذریعۂ تعلیم اردو رہا۔ غیر اردو علاقوں کے طلباء دار العلوم کے زمانۂ قیام میں اردو سے پوری طرح واقف ہو جاتے تھے۔ آج اگر تاشقند، بخارا، حجاز، جنوبی افریقہ کے ممالک نیز سیلون انڈونیشیا، برما وغیرہ میں اردو سمجھنے والے طلباء پائے جاتے ہیں تو اس کا ایک بہت بڑا سبب دار العلوم دیوبند ہے۔ اس موقع پر مظاہر العلوم سہارن پور۔ مدرسہ شاہی مراد آباد اور دہلی کے عربی مدارس بھی فراموش نہ ہونے چاہئیں۔ یہاں بھی ہندوستان کے علاوہ بیرون ہند کے طلبہ آتے رہے لیکن ان تمام اداروں میں مرکزیت دار العلوم دیوبند کو حاصل ہے۔ فزادھا اللہ افادۃً وشرفاً وکرامۃً۔ ■

دیرینہ، پیچیدہ، جسمانی، روحانی امراض کے خاص معالج | جمال شفاخانہ رجسٹرڈ نوشہرہ ضلع پشاور

تبلیغی اور دعوتی جہاد

اگر آپ الحق کی دینی اور علمی افادیت محسوس کرتے ہیں، تو اس آوازۂ حق کو زیادہ سے زیادہ پھیلانے میں ہماری مدد فرمائیں۔ آپ کے تعاون ہی سے الحق بہت جلد اپنے بلند معیار تک پہنچ سکتا ہے۔

الحق کا استحکام اور اسکا فروغ تعلیمات کتاب وسنّت، کلمۂ حق، دینِ قیّم اور نوامیسِ اسلام کا فروغ ہے

اگر آپ اس دینی اور تبلیغی جہاد میں براہِ راست شریک ہونا چاہتے ہیں تو آئیے اپنے بھرپور تعاون سے الحق کی سرپرستی کیجئے۔ واجرکم علی اللہ۔

- اپنے حلقۂ اثر ورسوخ سے الحق کیلئے خریدار بہم پہنچائیے۔
- دینی درد اور تڑپ رکھنے والے دوستوں کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں الحق سے روشناس کرائیے۔
- اپنی طرف سے نادار طلبہ، دینی اداروں، تعلیمی مراکز، لائبریریوں بالخصوص باطل نظریات سے متاثر افراد کے نام الحق جاری کرائیے۔ الحق مہینہ بھر کی فکری اور علمی کاوشوں کا مرقع ہوتا ہے۔ آپ گھر بیٹھے اس تمام تبلیغی محنت میں برابر کے شریک ہوں گے۔
- اگر آپ کے نام الحق جاری ہے۔ اور آپ نے زرِاشتراک ابھی تک نہیں بھیجا تو جلد ارسال فرمائیے۔
- اگر آپ کسی تجارتی فرم کے مالک ہیں تو خود ورنہ اپنے زیرِاثر حضرات سے الحق کیلئے اشتہارات مہیا فرمائیے۔
- اپنے شہر میں کسی موزوں دیانتدار شخص کے ہاں الحق کی ایجنسی قائم کروائیے۔
- اپنے امدادی عطیات سے الحق کو زیادہ سے زیادہ ظاہری ومعنوی خوبیوں سے آراستہ ہونے کا موقع دیجئے۔

اس پرفتن دور میں الحق دعوتِ حق کی ایک قندیل اور استیصالِ باطل کا ایک محاذ ہے، اس کے فروغ اور استحکام میں آپ کی کوئی سعی انشاء اللہ رائیگاں نہ ہوگی۔ اور آپ بارگاہِ ایزدی سے اجر وتحسین کے مستحق ہوں گے۔

—— ناظمِ الحق ——